دینی مدارس......اور عصری درسگاہوں کا نظام تعلیم وتربیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ
صدر: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

دینی مدارس میں جہاں قرآن وسنت اور دیگر اسلامی علوم کی تعلیم دی جاتی ہے ان کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود اسلام کی تاریخ ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم نے یعلمهم الكتاب والحكمة کتاب وسنت کا معلم بتایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد انما بعثت معلما (مجھے معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہے) موجود ہے۔ کون نہیں جانتا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے ان کو دین کی مکمل تعلیم وتربیت سے آراستہ فرمایا تھا، پھر یہ بھی سامنے کی حقیقت ہے کہ دینی تعلیم کے بغیر نہ اسلام کی اشاعت ممکن ہے، نہ حفاظت ہو سکتی ہے، نہ اس پر عمل کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ زندگی جو انسانی عمل کی سیکڑوں اور ہزاروں شکلوں کو اپنے دامن میں لئے ہوئے رواں دواں ہے اگر اس کو اسلامی قالب میں ڈھالا جائے تو اسلامی علوم میں مہارت اور بصیرت کے بغیر یہ کام ممکن نہیں۔

قرون اولیٰ سے لے کر آج تک مسلمانوں نے ان علوم کی جس جذبہ ولگن کے ساتھ حفاظت کی ہے اور اس کی ایسی تدریسی، تصنیفی وتالیفی، تحقیقی اور اشاعتی خدمت انجام دی ہے کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر اور عاجز ہے۔ دور جانے کی ضرورت نہیں، اگر بنظر غائر ملاحظہ فرمائیں تو یہی کچھ کم بات ہے کہ آج چودہ سال کے بعد بھی دنیا میں قرآن کریم (جو اسلام کی بنیاد ہے) کے ہزاروں لاکھوں حافظ موجود ہیں، کیا یہ عمل کسی شوق کے بغیر انجام پا رہا ہے؟ یا اتنا آسان عمل ہے کہ دو چار دن یا دو چار ماہ کی توجہ سے پورا ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید کی حفاظت کا یہ انتظام نہ ہوتو ہم قرآن مجید سے استفادہ کر سکیں گے؟ اس کی تلاوت اور اس پر عمل ہو جائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کا ایسا انتظام فرمایا ہے کہ وہ چھوٹے بچے جو دنیا کے کسی کام کے قابل نہیں ہوتے، ہنستے، کھیلتے دو تین برس میں قرآن مجید از بر کر لیتے ہیں جب کہ وہ اس کے معنی کو سمجھنے کے بھی قابل نہیں ہوتے اور نہ دوسرا کوئی کام کرنے کی صلاحیت ان میں ہوتی ہے۔ اگر

ڑی عمر میں قرآن کریم حفظ کرنے کا دستور ہوتا تو شاید کوئی یہ کہتا کہ ان بڑے لوگوں نے قربانی دی ہے اور اپنے دوسرے کاموں کو چھوڑ کر قرآن مجید کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا ہے، اس کی حفاظت کے ذمہ دار یہ لوگ ہیں مگر نہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ کام ان بچوں سے لیا ہے جو نہ خود یہ دعویٰ کر سکتے ہیں، نہ ان کی طرف سے کوئی دوسرا اس قسم کا دعویٰ کر سکتا ہے، یہ اور اس کے بعد جملہ علوم دینیہ واسلامیہ کی خدمت کا یہ سہرا دینی مدارس اور علماء اسلام کے سر پر سجا ہوا نظر آتا ہے، چودہ سو برس سے تسلسل کے ساتھ یہ خدمت انجام دی جا رہی ہے۔

فرنگی سامراج نے برصغیر میں اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لئے بڑی سازشیں کیں۔ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی کے ذریعے اقتدار کو حاصل کرنا بہت آسان تھا، کہیں صادق و جعفر جیسے بے ضمیر، ملک وملت فروش ساتھ مل گئے، کہیں ممو خاں جیسے غداروں کو خرید لیا گیا مگر حاصل شدہ اقتدار کو باقی رکھنے کے لئے ایک دو نہیں سینکڑوں ایسے اذہان کی ضرورت تھی جو غداری کا لیبل اپنے ماتھے پر لگائے بغیر سینے پر اپنی قومیت کا تمغہ سجائے اپنے فرنگی آقا کی خدمت بجالائیں اور ملک کے طول وعرض میں ان کے مدد ومعاون بنیں، اس کا سب سے آسان حل یہ نکالا گیا کہ مسلمانوں کے بچوں کو ایسی تعلیم دی جائے جو ایک طرف تو ان کو مذہب وملت سے دور کر دے اور دوسری طرف انہیں غیر ملکی آقاؤں کی ذہنی غلامی میں جکڑ دے، یوں کالج اور یونیورسٹیوں کے قیام کا سلسلہ شروع ہو گیا جس پر جج اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا تھا۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا　　　افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

برصغیر میں فرنگی اقتدار نے جب قدم جمائے تو علی گڑھ نے اس کے سامنے سر تسلیم خم کیا اور انگریزی نظام تعلیم کو اس کی جملہ خصوصیات کے ساتھ رائج کرنے کا فیصلہ کر کے مسلمانوں کو ذہنی طور پر اس کی غلامی میں داخل کرنے کی داغ بیل ڈالی، اسلام کا نام اگرچہ لیا جاتا رہا اور مسلمانوں کے مفاد کی بات بھی ہوتی رہی مگر دنیا نے دیکھا اور آج بھی دیکھا جا رہا ہے کہ جو فوج ظفر موج وہاں سے تیار ہو کر نکلی، ان کی وفاداریاں اسلام کے ساتھ مشکوک ہو کر رہ گئیں، ان میں ذہنی ارتداد کی بجلی دوڑ گئی، وہ دنیا کے سنگریزے جمع کرنے کے لئے شرف انسانیت کے نیلام میں بولی لگانے کے لئے آگے بڑھے، اپنی حقیر خواہشات کو پورا کرنے کے لئے انہوں نے دوسروں کی آبرو اور جان ومال کے ساتھ کھیلنے کو اپنا شعار بنا لیا، جاہ ومال کی ہوس نے ان کو اندھا کر دیا اور وہ دوسروں کی تباہی وبربادی کے ساتھ ساتھ اپنے بھی دشمن قرار پائے۔ ان کو اسلام اور اس کے اقتدار سے ذرہ بھر دلچسپی نہ ہو سکی، چاہے وہ اسلام اسلام کی رٹ لگاتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے نہ تھکے ہوں چونکہ ان کی ہوس اقتدار کی تکمیل کے لئے یہ بہترین ہتھیار تھا۔ اگر یہاں کچھ مستثنیات نظر آتی ہیں تو وہ علی گڑھ کا فیض نہیں اس کا سرچشمہ کہیں اور ملے گا اور ویسے بھی اعتبار اکثریت کا ہوتا ہے نادر تو معدوم کے حکم میں ہے۔

ایسے نازک موقع پر اکابرین ملت نے حالات کی سنگینی کا احساس کرتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی اور صرف یہی نہیں ان اکابرین کی اقتدا میں پورے برصغیر میں چھوٹے بڑے مدارس کا سلسلہ شروع ہوا، تاکہ مجاہدین اسلام کی پوری

منصوبہ بنایا، وزارت مذہبی امور اور وزارت تعلیم نے اس منصوبے کے پہلے مرحلے میں چھ سال کے اندر دو سو مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کے لئے خاص طریقہ کار تیار کیا جس سے وفاق کے نمائندے نے اختلاف کیا اور باقاعدہ اپنا اختلافی نوٹ لکھا۔ اس کمیٹی کے تمام صوبوں میں مختلف اجلاس ہوتے رہے اور اخبارات کے ذریعے یہ خوشخبری شائع ہونے لگی کہ اب اور جب آزاد دینی مدارس سرکاری تحویل میں لے لئے جائیں گے۔ مدارس میں زکوٰۃ کی تقسیم کے ذریعے لالچ دیا گیا اور حکومت کی ہم نوائی کے لئے ذہن سازی کی گئی۔ ہر حکومت کا مقصد یہی رہا کہ علماء کو خرید لیا جائے اور پھر اپنی مرضی کی کارروائی کی جائے۔ وفاق کی نئی انتظامیہ نے 1981ء مطابق 1401ھ کو کراچی میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں ایک بڑا اجلاس منعقد کیا۔ یہ وفاق کی تاریخ کا سب سے بڑا اجلاس تھا جس میں تقریباً ایک ہزار نمائندوں نے دیوبندی مکتب فکر کے مدارس کی طرف سے شرکت کی۔ اجلاس چار دن جاری رہا، اس اجلاس کی قراردادوں کی عظمت و اہمیت نے حکومت کو متاثر کیا اور وہ اپنے عزم سے باز رہنے پر مجبور ہوئی، وہ کمیٹی جو اس مقصد کے لئے کئی سال سے کام کررہی تھی، اس کو توڑ دیا گیا، اس کی رپورٹ اور تجاویز کو جنرل ضیاء صاحب نے کالعدم قرار دینے کا اعلان کیا۔ پھر اس کے بعد مدارس کو زیادہ نہیں چھیڑا گیا۔ البتہ ڈاکٹر محمد افضل جو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے چیئرمین تھے اور بڑے ماہر اور ہوشیار بیوروکریٹ بھی، وہ اس مقصد کے لئے مسلسل اپنی کوشش کرتے رہے جس کی تفصیلات بہت وسیع ہیں اور خادم کو براہ راست ان سے سابقہ رہا لیکن الحمدللہ وہ بھی ناکام رہے۔ اس کے بعد یونیورسٹی گرانٹس کمیشن میں دوسرے حضرات آئے۔ کوشش تو وہ بھی کرتے رہے، ان کے ساتھ بھی ہماری میٹنگیں ہوئیں لیکن قومیانے کی سرکاری تحریک بظاہر کمزور پڑ گئی۔

اس کے بعد کمزور جمہوری حکومتوں کے جو تین دور گزرے، ان میں بھی ہر حکومت فرنگی آقاؤں کے اشارے پر وقتاً فوقتاً چھیڑ خانی کرتی رہی، دینی مدارس پر دہشت گردی کے الزامات لگتے رہے، ان کی ساکھ مجروح کرنے کے لئے ذرائع ابلاغ سے موثر پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا، ان کے نصاب و نظام کو فرسودہ قرار دیا جاتا رہا لیکن الحمدللہ ثم الحمدللہ دینی مدارس غیر معمولی تیز رفتاری کے ساتھ بڑھتے رہے، وفاق المدارس نے ہر حکومت کو اپنے موقف سے واضح طور پر آگاہ کیا کہ آزاد دینی مدارس میں حکومت اور سرکار کے کسی قسم کے دخل کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔

اس کے بعد پرویز مشرف کی فوجی حکومت نے آ کر اولاً بڑی تیزی کھائی لیکن جب ابتدائی مراحل میں اسے ناکامی ہوئی تو اس نے ضیاء الحق مرحوم کے نسخے کو دوبارہ آزمانے کا ارادہ کیا ہے اور وزارت مذہبی امور کے تحت ماڈل دینی مدارس کی اسکیم شروع کی جارہی ہے، اس سلسلے میں وفاقی مذہبی امور نے دینی مدارس کے مختلف بورڈوں کے سربراہان کا ایک اجلاس 24 اکتوبر سنہ 2000ء کو اسلام آباد طلب کیا تھا، الحمدللہ اس اجلاس میں وفاق المدارس العربیہ سمیت دوسرے مکاتب فکر کے دینی مدارس کے وفاقوں نے متفقہ طور پر اس اسکیم کو مسترد کرتے ہوئے یادداشت پیش کی کہ آزاد دینی مدارس ماڈل مدارس اسکیم میں نہ فریق ہوں گے، نہ اس کا حصہ بنیں گے اور نہ ہی اس نظام میں معاون ہوں گے۔

بات پر اکسایا کہ یہ مولوی ہمیشہ حکومت کے لئے دردِ سر بنے رہتے ہیں۔حکومت کے ماڈرن اسلام نافذ کرنے میں یہی رکاوٹ پیدا کرتے ہیں اور معاذ اللہ، پرانے دقیانوسی چودہ سو سال پہلے والے اسلام کی رٹ لگاتے رہتے ہیں جو موجودہ زمانے کے تقاضوں کا ساتھ نہیں دے سکتا۔لہٰذا ان کے لئے کوئی بندوبست ہونا ضروری ہے۔چنانچہ جنرل صاحب نے نسخۂ اکسیر حاصل کرنے کے لئے ایک وفد قاہرہ روانہ کیا جسے یہ معلوم کرنا تھا کہ مولوی کو کس طرح قابو کیا جائے۔ وہاں سے اس کی تدبیر یہ بتائی گئی کہ ان کے مدرسوں کو سرکاری تحویل میں لے لیا جائے تو سب علماء سرکاری ملازم ہو جائیں گے اور پھر بخوفِ ملازمت وہ حکومت کے کسی اقدام کے خلاف آواز نہ اٹھا سکیں گے، نہ تحریک چلا سکیں گے، اس طرح اسلام کے نام پر بنائی گئی اس مملکت میں اپنی منشاء کے مطابق آپ جیسا بھی اسلام کا جدید ایڈیشن نافذ کرنا چاہیں بآسانی نافذ کر سکیں گے۔

اس وقت مدارس کی تنظیم وترقی کے علاوہ جدیدیت کی تحریک کا مقابلہ کرنے کے لئے علماء کرام نے وفاق المدارس کی تنظیم قائم کی تھی، چنانچہ اس تنظیم نے باقاعدہ حکومت کو خبردار کیا کہ وہ آزاد دینی مدارس پر قبضہ کرنے کا منصوبہ ترک کرے، ورنہ تمام علماء اور اہل مدارس مل کر اس منصوبے کو ناکام بنا دیں گے۔حکومت کا یہ اقدام چوں کہ سراسر بدنیتی پر مبنی تھا، اس لئے وہ خوف زدہ ہوگئی اور وقتی طور پر دینی مدارس کو تحفظ حاصل ہوگیا، بعد میں پھر بھٹو صاحب کا دور آیا اور انہوں نے بھی سابقہ اسکیم پر عملدرآمد کرنے کی کوشش کی، اس وقت تک دیکھا دیکھی بریلوی مکتبہ فکر کا وفاق اور اہل حدیث وغیرہ کا وفاق بھی بن گیا تھا، یہ مفتی محمود صاحب کا دور تھا، وہ وفاق کے صدر تھے، انہوں نے تمام وفاقوں کے نمائندوں کا ایک مرکزی اجلاس ملتان میں طلب کیا اور قرارداد پاس کی، حکومت کو خبردار کیا کہ وہ اپنے ارادے سے باز رہے، علماء کسی قیمت پر حکومت کے اس اقدام کو نافذ نہ ہونے دیں گے۔ مدارس، عمارتوں اور لائبریریوں کا نام نہیں ہے، تم نے اگر ہمارے مدارس کی عمارتوں پر قبضہ کیا اور ہمارے کتب خانے چھین لئے تو ہم میدانوں میں اور درختوں کے سائے میں طلبہ کو لے کر بیٹھیں گے اور اپنا مشن جاری رکھیں گے، اس قرارداد کا بھی خاطر خواہ اثر ہوا اور حکومت ناکام رہی، اس طرح وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے ان دینی مدارس کا دفاع کیا اور مدارس کے تحفظ کی ضرورت ہی دراصل اس تنظیم کے قیام کا اصل سبب تھی۔

اس کے بعد جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کا دور آیا۔1980ء میں مفتی محمود صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے اور 21 محرم 1401ھ مطابق 30 نومبر 1980ء میں نیا انتخاب ہوا۔مولانا محمد ادریس میرٹھی صدر اور احقر کو ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ اس زمانہ میں حالات یہ تھے کہ جنرل ضیاء الحق نے علماء اور دیگر ماہرین کی ایک کمیٹی بنائی تھی جس میں وفاق کا ایک نمائندہ بھی شامل تھا۔یہ کمیٹی دو سال سے زائد عرصہ تک کام کرتی رہی، اس نے مدارس کا بڑی جانفشانی کے ساتھ سروے کیا اور مکمل کوائف جمع کئے، پھر ایک رپورٹ مرتب کی اور اس کو کتابی شکل میں شائع کیا اور بتدریج مدارس پر قبضہ کرنے کے لئے ایک

سرکاری تحویل میں لینے کے لئے خاص طریقہ کار تیار کیا جس سے وفاق کے نمائندے نے اختلاف کیا اور باقاعدہ اپنا اختلافی نوٹ لکھا۔ اس کمیٹی کے تمام صوبوں میں مختلف اجلاس ہوتے رہے اور اخبارات کے ذریعے یہ خوشخبری شائع ہونے لگی کہ اب اور جب آزاد دینی مدارس سرکاری تحویل میں لے لئے جائیں گے۔ مدارس میں زکوٰۃ کی تقسیم کے ذریعے لالچ دیا گیا اور حکومت کی ہم نوائی کے لئے ذہن سازی کی گئی۔ ہر حکومت کا مقصد یہی رہا کہ علماء کو خرید لیا جائے اور پھر اپنی مرضی کی کارروائی کی جائے۔ وفاق کی نئی انتظامیہ نے 1981ء مطابق 1401ھ کو کراچی میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں ایک بڑا اجلاس منعقد کیا۔ یہ وفاق کی تاریخ کا سب سے بڑا اجلاس تھا جس میں تقریباً ایک ہزار نمائندوں نے دیوبندی مکتب فکر کے مدارس کی طرف سے شرکت کی۔ اجلاس چار دن جاری رہا، اس اجلاس کی قراردادوں کی عظمت و اہمیت نے حکومت کو متاثر کیا اور وہ اپنے عزم سے باز رہنے پر مجبور ہوئی، وہ کمیٹی جو اس مقصد کے لئے کئی سال سے کام کر رہی تھی، اس کو توڑ دیا گیا، اس کی رپورٹ اور تجاویز کو جنرل ضیاء صاحب نے کالعدم قرار دینے کا اعلان کیا۔ پھر اس کے بعد مدارس کو زیادہ نہیں چھیڑا گیا۔ البتہ ڈاکٹر محمد افضل جو یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کے چیئرمین تھے اور بڑے ماہر اور ہوشیار بیوروکریٹ بھی، وہ اس مقصد کے لئے مسلسل اپنی کوشش کرتے رہے جس کی تفصیلات بہت وسیع ہیں اور خادم کو براہ راست ان سے سابقہ رہا لیکن الحمدللہ وہ بھی ناکام رہے۔ اس کے بعد یونیورسٹی گرانٹس کمیشن میں دوسرے حضرات آئے۔ کوشش تو وہ بھی کرتے رہے، ان کے ساتھ بھی ہماری میٹنگیں ہوئیں لیکن قومیانے کی سرکاری تحریک بظاہر کمزور پڑ گئی۔

اس کے بعد کمزور جمہوری حکومتوں کے جو تین دور گزرے، ان میں بھی ہر حکومت فرنگی آقاؤں کے اشارے پر وقتاً فوقتاً چھیڑ خانی کرتی رہی، دینی مدارس پر دہشت گردی کے الزامات لگتے رہے، ان کی ساکھ مجروح کرنے کے لئے ذرائع ابلاغ سے موثر پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا، ان کے نصاب و نظام کو فرسودہ قرار دیا جاتا رہا لیکن الحمدللہ ثم الحمدللہ دینی مدارس غیر معمولی تیز رفتاری کے ساتھ بڑھتے رہے، وفاق المدارس نے ہر حکومت کو اپنے موقف سے واضح طور پر آگاہ کیا کہ آزاد دینی مدارس میں حکومت اور سرکار کے کسی قسم کے دخل کو برداشت نہیں کیا جائے گا۔

اس کے بعد پرویز مشرف کی فوجی حکومت نے آکر اولاً بڑی تیزی کھائی لیکن جب ابتدائی مراحل میں اسے ناکامی ہوئی تو اس نے ضیاء الحق مرحوم کے نسخے کو دوبارہ آزمانے کا ارادہ کیا ہے اور وزارت مذہبی امور کے تحت ماڈل دینی مدارس کی اسکیم شروع کی جارہی ہے، اس سلسلے میں وفاقی مذہبی امور نے دینی مدارس کے مختلف بورڈوں کے سربراہان کا ایک اجلاس 24 اکتوبر سنہ 2000ء کو اسلام آباد طلب کیا تھا، الحمدللہ اس اجلاس میں وفاق المدارس العربیہ سمیت دوسرے مکاتب فکر کے دینی مدارس کے وفاقوں نے متفقہ طور پر اس اسکیم کو مسترد کرتے ہوئے یادداشت پیش کی کہ آزاد دینی مدارس ماڈل مدارس اسکیم میں نہ فریق ہوں گے، نہ اس کا حصہ بنیں گے اور نہ ہی اس نظام میں معاون ہوں گے۔

آج کی یونیورسٹیاں پاکستان میں اسلامی علوم کے ماہرین اور عربی کے فضلاء پیدا کرنے کے لئے لاکھوں کروڑوں روپیہ قوم کا برباد کررہی ہیں، لیکن خود غلط بود آنچہ ماپنداشتیم، یہ ماہرین اور فضلاء سوائے جہل مرکب میں مبتلا ہونے کے اسلامی اور عربی علوم سے قطعی نابلد ہوتے ہیں۔ اسلام کے مبادیات سے ان کو انس نصیب نہیں ہوتا اور تو چھوڑیئے ان کی غالب اکثریت قرآن کریم کی صحیح تلاوت نہیں کرپاتی اور جہاں تک ان کی عملی تطبیق کا سوال ہے تو وہ یونیورسٹیوں کے دانشوروں کے نزدیک نصاب سے ہی خارج ہے۔ ان کا ماسٹر اگر ملحد ہو، دہریہ ہو، قادیانی ہو، نماز نہ پڑھتا ہو، روزے کے فضول سمجھتا ہو تو ان کے نزدیک اس سے فرق نہیں پڑتا۔ وہ بہرحال ڈگری ہولڈر ہے اور اسلام کے نام پر قوم کے بچوں کو بے عمل اور ملحد و زندیق بنانے کی اس کو اجازت ہے۔

ایسے حالات میں جب کوئی حکومت آزاد دینی مدارس کی سرپرستی کا ارادہ لے کر آگے بڑھتی ہے تو کئی سوال ذہن میں ابھرتے ہیں:

(۱)......کہیں اس کا مقصد یہ تو نہیں کہ راسخ العلم اور صاحب تفقہ علماء کے پیدا ہونے کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ ''نیم ملا خطرہ ایمان'' قسم کے لوگ سرکاری نصاب سے تیار کئے جائیں اور جدید سرکاری اسلام کے ہر مسئلے میں ان سے سند جواز حاصل کی جائے۔

(۲)......یہ بھی ممکن ہے کہ ان مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کا مقصد علماء کو سرکاری ملازم بنانا ہوتا کہ ان کی زبان بندی ہو سکے اور پھر اسلام کے نام پر جو کھیل چاہیں کھیلیں اور کوئی دم مارنے والا نہ رہے۔

(۳)......حکومتی حلقوں کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا رہا ہے کہ دین کے یہ خادم جنہیں مولوی اور ملا کے لقب سے پہچانا جاتا ہے، بے مقصد قسم کی مخلوق ہے اور ان ہی اداروں سے یہ پیدا ہوتی ہے، اس لئے ان مدارس کی قلب ماہیت کردی جائے تاکہ یہ پیدا ہی نہ ہوں۔

(۴)......ایک خیال یہ بھی ہے کہ ان گئے گزرے حالات میں بھی عامۃ المسلمین میں جو اثر نفوذ علماء دین کو حاصل ہے اس کے پیش نظر ان کو اقتدار کے لئے خطرہ سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ان کے خاتمے کے لئے آسان ترکیب کے طور پر یہ اسکیمیں بنائی جاتی ہیں، اسباب و وجوہ یہ ہوں یا کچھ اور، بہرحال اس قسم کی خواہش یا کوشش پسندیدہ نہیں کہلا سکتی، بلکہ اس کے مہیب اور مضر اثرات و نتائج کے پیش نظر اس کو بجا طور پر اسلام دشمنی کہا جاسکتا ہے۔ اب چاہے کوئی دانستہ یہ دشمنی کرتا ہو یا بے وقوفی میں اس کا مرتکب ہوتا ہو۔

آخر میں یہ بات بھی ضروری ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی حفاظت کا معاملہ ہے، اس کے بگاڑ کی کوئی کوشش حکومت کے لئے منفی اثر لائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ان مدارس کا مقصد واحد دینی علوم کی حفاظت و اشاعت اور رجال دین تیار کرنا ہے اور بلاشبہ یہ کام مدارس کی عمارتوں پر موقوف نہیں، اللہ تعالیٰ کو جب تک منظور ہے، یہ خدمت ہوتی رہے گی، اگر عمارتیں بھی ہمارے پاس نہ ہوں گی تو دوسرے بہت سے طریقوں سے بھی یہ کام جاری رہ سکتا ہے اور مشکل حالات میں اللہ تعالیٰ کام کرنے والوں کا انتظام فرمادیا کرتے ہیں......................☆